بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

کسی موبائل کمپنی کا کالنگ کارڈ جب کسی نمبر میں فیڈ کیا جاتا ہے تو اس موبائل کمپنی کی طرف سے ایک ایس ایم ایس موصول ہوتا ہے جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کارڈ کے ذریعے سے جو رقم آپ نے کمپنی کو بھیجی ہے اس کے عوض آپ کو فلاں تاریخ تک اتنے منٹ کال کرنے کی سہولت مہیا کی گئی ہے، موبائل کمپنی اور اس کے صارف کے درمیان اس طریقہ کار کے مطابق جو معاملہ طے پاتا ہے فقہی اعتبار سے یہ اجارہ کہلاتا ہے، اس معاملے پر بعض حضرات کی طرف سے یہ اشکال کیا گیا کہ اس میں کمپنی کی طرف سے ملنے والی منفعت (سہولت) متعین نہیں، کہ آیا وہ بیان کردہ منٹ ہیں یا وہ انتہائی تاریخ ہے، چنانچہ ہوتا یہ ہے کہ اگر کوئی صارف اتنے منٹ کی سہولت حاصل کرلے تو اس کے بعد اسے اصولاً اگلا کارڈ فیڈ کیے بغیر کمپنی کی طرف سے مزید کوئی سہولت مہیا نہیں کی جاتی اگرچہ انتہائی تاریخ آنے تک ابھی کئی دن باقی ہوں، اور اگر کسی صارف نے اتنے منٹ کی سہولت حاصل نہیں کی اور انتہائی تاریخ آگئی تو اب سے کوئی سہولت حاصل نہ ہوگی اگرچہ اس نے حاصل کردہ مقدار کے برابر سہولت حاصل نہ کی ہو اور یہ منفعت کا دوشقوں میں دائر ہونا کہ آپ کو اتنی اجرت کے عوض یہ سہولت دی جائے گی یا یہ۔ اس سے منفعت مجہول ہوگئی اور اجارہ کا اس طرح معاملہ کرنا فاسد ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا فقہی اعتبار سے یہ معاملہ واقعۃً فاسد بنتا ہے یا نہیں؟ اگر فاسد بنتا ہے تو ساری دنیا کے عوام الناس جو اس میں مبتلا ہیں اور یہ معاملہ کرنے کی ضرورت مند ہیں کیونکہ یہ آج کل ہر شخص کی اشد ضرورت ہے، ان کے لیے متبادل صورت اور حل کیا ہے؟ اور اگر یہ معاملہ فاسد نہیں بنتا بلکہ درست بنتا ہے تو اس کی فقہی توجیہ کیا ہے اور مذکورہ اشکال کا جواب کیا ہے؟ سائل: مولانا سلیم خان، ماری پور کراچی

الجواب باسم ملہم الصواب

چند تمہیدی امور کے بعد سوال کا جواب ملاحظہ ہو:

﴿۱﴾ عقد اجارہ بھی انواعِ بیع میں سے ایک نوع ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ بیع میں معقود علیہ (جو چیز خریدی جارہی ہے) عین اور جوہر ہوتا ہے اور اجارہ میں عرض اور منفعت ہوتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: الإجارة نوع من البيع إذ هي بيع المنافع۔ (الشامية ۷۸/۹، ط: رشيديه)

﴿۲﴾ جس طرح مبیع اور معقود علیہ کے عین ہونے کی صورت میں صحتِ عقد کے لیے ضروری ہے کہ مبیع اور معقود علیہ اگر کیلی یا وزنی اشیاء میں سے ہے اور اس کا عقد کیل اور وزن کی بنیاد پر ہو تو اس کا کیل یا وزن معلوم ہو، مجہول نہ ہو، اسی طرح مبیع اور معقود علیہ کے عرض اور منفعت ہونے کی صورت میں صحتِ عقد کے لیے بھی ضروری ہے کہ منافع معلوم ہوں، مجہول نہ ہوں اور منافع چونکہ شیئاً فشیئاً پیدا ہوتے ہیں اس لیے اس کی مقدار معلوم کرنے کے لیے وقت، مکان وغیرہ بیان کرنا ضروری ہے۔ کما صرح به الفقهاء رحمهم اللہ تعالیٰ۔

﴿۳﴾ مقدارِ منافع کے معلوم ہونے کے لیے جو مدت بیان کی جائے اس مدت کے بقدر منافع کی وصولی کا مستاجر ایجاب وقبول کے بعد مالک ہوجاتا ہے، (اگرچہ وقتِ ثبوت میں تفصیل ہے)۔ بلا عذر فسخِ اجارہ دونوں کے لیے جائز نہ ہوگا اور فسخ کی صورت میں باقی ماندہ معقود علیہ کی اجرت لازم نہ ہوگی۔

قال ملك العلماء الكاساني رحمه الله تعالىٰ: أما الأول فهو ثبوت الملك في المنفعة للمستأجر وثبوت الملك في الأجرة المسماة للآجر لأنها عقد معاوضة إذ هي بيع المنفعة والبيع عقد معاوضة فيقتضي ثبوت الملك في العوضين۔

(بدائع الصنائع ۵۹/۵، ط: رشيديه)

﴿۴﴾ جس طرح معقود علیہ کے عین ہونے کی صورت میں ایسی شرط لگانا جو خریدار سے کل یا بعض معقود علیہ کے اخذ اور رد کو مستلزم ہو، مفسدِ عقد ہے، اسی طرح معقود علیہ کے منافع ہونے کی صورت میں ایسی شرط لگانا بھی مفسدِ عقد ہے۔ مثلاً عین میں یہ شرط لگائے کہ اگر ایک گھنٹے کے اندر اندر وصول نہ کیا تو کل یا بعض مال ضبط کیا جائے گا، اسی طرح منافع میں یہ شرط لگانا کہ مقررہ وقت میں وصول نہ کیے تو منافع کی کچھ مقدار ضبط ہو جائے گی، مُفسِدِ عقد ہے۔ وسیأتی تفصیلہ تحت الاجوبۃ عن الشبہات الممکنۃ۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : قوله (يفسد الإجارة الشرط) أى الشروط المعهودة المتقدمة فى باب البيع الفاسد التى ليست من مقتضى العقد لا كل شرط لأن الإجارة عقد معاوضة محضة تقال وتفسخ فكانت كالبيع فكل ما أفسد البيع أفسدها۔(البحر الرائق ۷/ ۵۳۰،ط:رشيديه)

تمہید کے بعد جواب صورتِ سوال!

مذکورہ تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ موبائل میں جب کوئی پیکج لگاتا ہے تو معقود علیہ کی مقدار اور وقتِ اختتام مستأجر کو بتایا جاتا ہے کہ مقدار مثلاً پانچ سو یا ہزار منٹ ہیں چونکہ اس مقدار بتانے سے معقود علیہ معلوم ہو گیا اس لیے یہ عقد درست ہے لیکن کمپنی کی طرف سے اس معقود علیہ (مثلاً پانچ سو/ ہزار منٹ) کے لیے بطور شرط ایک اور مدت بیان کی جاتی ہے کہ اگر آپ نے یہ معقود علیہ فلاں وقت تک وصول نہ کیا تو آپ کا بقیہ معقود علیہ (منٹ) ضبط ہو جائے گا، یہ مدت کی شرط شرطِ فاسد ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اجارہ میں بیانِ وقت کی دو صورتیں ہیں:

(۱) معقود علیہ (منافع) کی مقدار کے بیان کے لیے۔

(۲) توقیت کے لیے۔

مدت اور وقت کا ذکر مقدارِ منافع کے بیان کے لیے جائز بلکہ ضروری ہے، البتہ توقیت کے لیے جائز نہیں کیونکہ اس سے بعض معقود علیہ (منافع) کا حبس اور روکنا لازم آتا ہے، لہٰذا بیانِ مقدارِ منٹ کے بعد مہینہ وغیرہ کا وقت مقرر کرنا توقیت اور شرطِ فاسد ہے جس سے یہ عقدِ اجارہ فاسد ہو گیا۔

قال الامام السرخسى رحمه الله تعالىٰ : وذكر المدة لبيان مقدار المعقود عليه لا للتوقيت فى العقد فإن المنافع لما كانت تحدث شيئا فشيئا فمقدارها يصير معلوما ببيان المدة بمنزلة الكيل والوزن فى المقدرات۔

(المبسوط للسرخسى ۱۵/ ۸۳،ط:رشيديه)

الاجوبة عن الشبهات الممكنة:

شبہہ نمبر ۱ : فقہ میں مصرح ہے کہ جس شرط کا عرف ہو جائے تو مُفسِدِ عقد نہیں ہوتی، یہاں بھی مہینے وغیرہ کے بعد ضبطِ بعض منافع کا چونکہ عرف ہے۔ لہٰذا یہ شرطِ توقیت بھی مفسد عقد اجارہ نہ ہوگی۔

جواب : ایسا عرف جو اخذِ مالِ غیر یا اخذِ حقِ غیر کو مستلزم ہوتا ہے......کو عرف علی الباطل کہا جاتا ہے اور عرف علی الباطل خود باطل اور غیر معتبر ہے۔ چونکہ یہاں عرفِ توقیت بھی اخذِ حقِ غیر کو مستلزم ہے اس لیے یہ عرف بھی باطل اور غیر معتبر ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : ولا اعتبار للعرف المخالف للنص لان العرف قد يكون على باطل۔

(رسائل ابن عابدين ۲/ ۱۱۵،ط:سهيل اكيڈمى)

حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

’’عرف کے سبب یہ شرط ہے اور فاسد ہے، اور شرطِ فاسد سے بیع فاسد ہو جاتی ہے اور بیع فاسد بتصریح فقہاء ربا یعنی معاملہ سود میں داخل ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۳/ ۹۳)

شبہہ نمبر ۲: مہینہ وغیرہ توقیت کی شرط ختم کرنے کے بعد بھی یہ عقد فاسد رہے گا، کیونکہ پیکج لگانے کے ساتھ منافع کی مقدار جس مدت کے بیان سے معلوم ہوجاتی ہے اس مدت کی ابتداء وانتہاء معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایسا عقد نہیں کہ وجود میں آتے ہی استیفائے معقود علیہ شروع ہوجائے یا ایک دفعہ استعمال کرکے شروع ہوجائے بلکہ جب تک بالفعل پورے معقود علیہ کو استعمال کرکے وصول نہ کرے گا جہالت باقی رہے گی جس کی ابتداء، درمیان اور انتہاء کا علم نہیں۔ لہٰذا شرط توقیت کے ختم کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔

جواب: فائدہ حاصل ہوگیا کیونکہ اس خرابی کا تعلق محض جہالت سے ہے اور جہالت کی تاثیر میں نزاع وعدمِ نزاع کو دیکھا جاتا ہے۔ جہاں نزاع محتمل ہوگا وہاں جہالت مفسدِ عقد ہوگی، جہاں محتمل نہ ہوگا مفسد نہ ہوگی۔ اور جہالتِ مفضیہ الی النزاع وغیر مفضیہ کا معیار یہ ہے کہ جو جہالت معقود علیہ کی تسلیم وتسلم سے مانع بن سکتی ہے وہ مفضیہ ہے اور جو مانع نہیں وہ مفضیہ نہیں، اور ظاہر ہے کہ یہاں جہالتِ ابتداء وانتہاء تسلیم وتسلم سے مانع نہیں، لہٰذا اس جہالت کے باوجود یہ اجارہ صحیح ہے۔ نیز اس عقد میں مستاجر اور صارف پر یہ لازم نہیں ہے کہ پورا معقود علیہ یکبارگی وصول کرلے۔

قال ملك العلماء الكاسانی رحمه الله تعالیٰ: وأما الذی يرجع إلى المعقود عليه فضروب منها أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوما علما يمنع من المنازعة فإن كان مجهولا ينظر إن كانت تلك الجهالة مفضية إلى المنازعة تمنع صحة العقد وإلا فلا لأن الجهالة المفضية إلى المنازعة تمنع من التسليم والتسلم فلا يحصل المقصود من العقد فكان العقد عبثا لخلوه عن العاقبة الحميدة وإذا لم تكن مفضية إلى المنازعة يوجد التسليم والتسلم فيحصل المقصود۔

(بدائع الصنائع ۲۵/۵، ۲۴ ط: رشیدیه)

شبہہ نمبر ۳: مہینہ ختم ہوجانے کے بعد بھی کمپنی کو اس بات کا پابند بنانا کہ صارف جب بھی چاہے اپنا باقی ماندہ معقود علیہ وصول کرے، اس میں کمپنی کے لیے بڑا حرج ہے، والحرج مدفوع۔

جواب: **اولاً**: اگر پوری زندگی پیکج کی آخری تاریخوں میں پیکج دوبارہ کرواتا رہے تو پچھلا اجارہ باقی رہتا ہے بلکہ رکھنے پر خود کمپنی بھی راضی ہے، معلوم ہوا کہ ان کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔

ثانیاً: اگر واقعۃً کمپنی کو حرج ہے اور حرج اس درجے کا ہے جو شرعاً معتبر ہے تو کمپنی اجارہ فسخ کردے اور بقیہ منٹ واپس لے کر صارف کو بقیہ رقم واپس کردے۔

ثالثاً: حرج کی وجہ سے کسی کا حق کھانا جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: المشقة والحرج انما يعتبران فی موضع لا نص فيه واما مع النص بخلافه فلا۔

(رسائل ابن عابدين ۱۱۵/۲، ط: سهيل اكيڈمی)

شبہہ نمبر ٤: صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق جب عاقدین عمل اور وقت دونوں کو جمع کردیں تو معقود علیہ صرف عمل ہوتا ہے اور ذکرِ وقت تعجیل کے لیے ہوتا ہے، تاکہ ان ذوی العقول کا عقد صحیح ہوجائے، مہمل نہ ہوجائے۔ مذکورہ صورت میں بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ معقود علیہ پانچ سو، ہزار وغیرہ منٹ ہیں اور مہینے کا ذکر تعجیل کے لیے ہے، اسی طرح اگر وقت کا ذکر بطور ظرف ہو تو بالاجماع یہ معاملہ درست ہے۔

جواب: بہت اچھی تکییف وتجویز ہے، کمپنی والوں سے منوایا جائے کہ مہینہ وغیرہ اوقات تعجیل یا ظرف یا صفت کے طور پر ہیں نہ کہ توقیت کے لیے، اصل معقود علیہ منٹ وغیرہ ہیں۔ لہٰذا جس نے ان اوقات میں معقود علیہ کا استیفاء نہ کیا ان کو یا مزید موقع دیا جائے یا بقیہ منٹوں کی رقم واپس کردی جائے۔ اگر وہ ماننے کے لیے تیار نہیں تو پھر تو "توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ" کے قبیل سے ہوجائے گا اور ذکرِ ماہ وغیرہ توقیت کے لیے ہوگا اور ایسی صورت میں بالاجماع یہ عقد ناجائز ہوگا۔

قال ملك العلماء الكاسانی رحمه الله تعالیٰ: وجه قولهما أن المعقود عليه هو العمل لأنه هو المقصود والعمل معلوم

فأما ذكر المدة فهو للتعجيل فلم تكن المدة معقودا عليها فذكرها لا يمنع جواز العقد وإذا وقعت الإجارة على العمل فإن فرغ منه قبل تمام المدة أی اليوم فله كمال الأجر وإن لم يفرغ منه في اليوم فعليه أن يعمله في الغد۔

(بدائع الصنائع ۵/۳۳،ط:رشیدیه)

وقال العلامة الطحطاوی رحمه الله تعالىٰ في حاشيته على الدر تحت قوله (جازت اجماعا) : فكانه قال : ان عملت في بعض اليوم وذلك يفيد التعجيل وكان العمل هو المعقود عليه۔(حاشية الطحطاوی علی الدر ۳۲/٤،ط:المكتبة العربية)

شبہہ نمبر ۵ : عقدِاجارہ کے لیے جس طرح ابتداء کی تعیین ضروری ہے اسی طرح انتہاء کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، مذکورہ مسئلہ میں بیلنس ڈلوانے سے ابتداء معلوم ہوگئی اور مہینے کی آخری تاریخ سے انتہاء معلوم ہوگئی، جب معقود علیہ کی ابتداء وانتہاء دونوں معلوم ہوگئی تو اب اس کے جواز میں کیا شبہہ؟

جواب: عقدِ اجارہ میں مدت سے متعلق دو باتیں ضروری ہیں: ایک نفسِ مدت، دوسری ابتدائے مدت۔ مثلاً آج سے دس دن، آج سے ایک ہفتہ، آج سے ایک مہینہ۔ پھر ابتدائے مدت سے جو بھی مدت ہوگی اس کی انتہاء خود بخود معلوم ہوگی، اس کے لیے دوسری انتہاء کے بیان کی ضرورت نہیں ہے ورنہ پہلی انتہاء کا موقت ہونا لازم آئے گا، ان دونوں صورتوں میں نفسِ مدت مقدارِ معقود علیہ کے لیے ہوتی ہے اور ابتداء تعیینِ استیفائے معقود علیہ کے لیے، نیز اجارہ خود ایک خلافِ قیاس عقد ہے، جس کی وجہ سے ہر صورت ونظیر کو دوسری صورت ونظیر پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس لیے ہم نے پیش آمدہ صورت پر غور کیا، ہماری صورت میں چونکہ عاقدین یہ عقد استعمالِ معقود علیہ یعنی استیفائے منفعت کی بنیاد پر کرتے ہیں (یہی وجہ ہے کہ ایک دن میں معقود علیہ کی مقدار کو وصول کیا گیا تو اسی دن انتہاء ہوجائے گی اور مہینہ ختم ہونے کی صورت میں اگر منافع ختم ہوگئے تو مزید چارج کی صورت میں بعض صورتوں میں پھر وہی منافع واپس کردیے جاتے ہیں، لہٰذا یہاں تمکین وعدمِ تمکین کا تذکرہ ہی درست نہیں بلکہ یہ کہا جائے گا کہ مقررہ مقدار کا استیفاء ہوگیا یا نہیں) اور جب یہ عقد استعمال کی بنیاد پر ہے تو اس کے لیے بھی ایک وقت بیان کرنا کافی ہے، اس وقت کے بقدر منافع کے استعمال سے عقد کی بھی انتہاء ہوجائے گی اور دوسری مدت بیان کرنے سے پہلی انتہاء کا موقت ہونا لازم آئے گا۔

درج ذیل دو وجہ سے ابتداء وانتہا کو معلوم کہنا اور پورے مہینے کو معقود علیہ بنانا درست نہیں:

(۱) اگر کسی نے کارڈ ڈلواتے ہی دو دن میں مثلاً پانچ سو منٹ استعمال کیے تو اس کو بقیہ ماہ استعمال کی اجازت واختیار نہیں ہوتا جبکہ قانونِ اجارہ میں مدتِ معقود علیہ مین منع کرنے کا حق مالک کو نہیں، معلوم ہوا کہ یہ ذکر ماہ وغیرہ معقود علیہ کی انتہاء کے لیے نہیں بلکہ توقیت کے لیے ہے جو شرطِ فاسد ہے کما مر۔

(۲) اجارہ سے مستاجر کا مقصد استیفائے معقود علیہ (منافع) ہوتا ہے اور استیفاء تسلیم وتسلم پر موقوف ہے، جہاں تسلیم وتسلم ہے وہاں استیفاء ہے جہاں نہیں وہاں استیفاء نہیں۔ لہٰذا اجارہ کا مدار استیفاء ہے، جہاں استیفاء کا تحقق ہے اجارہ صحیح ہے، جہاں استیفاء کا تحقق نہیں اجارہ صحیح نہیں، مثلاً کوئی ایسا گھر یا دکان کسی کو اجارہ پر دے جس کی تسلیم سے مالک عاجز ہے یا مستاجر اس کے تسلم سے عاجز ہے تو یہ اجارہ ناجائز اور غیر منعقد ہے۔ ہماری صورت میں اگر کوئی بیلنس کارڈ لے لیکن موبائل میں نہ ڈالے تو اس کو اجارہ نہیں کہا جاتا کیونکہ صرف کارڈ لینے سے معقود علیہ کا تسلیم وتسلم ممکن نہیں، اسی طرح موبائل میں بیلنس ڈلوانے کے بعد بھی جب تک کال نہیں ملائی جاتی معقود علیہ کا تسلیم وتسلم ممکن نہیں۔ معلوم ہوا کہ استیفائے معقود علیہ (منافع) کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ کال ملا کر معقود علیہ (منافع) کو وصول کیا جائے اور اس صورت میں تسلیم وتسلم بھی ممکن ہے، لہٰذا یہ اجارہ اس خاص صورت پر ہے اور اس کی ابتداء پہلی کال ہے اور انتہاء آخری کال ہے جو کہ معلوم ہے، البتہ اس میں یہ جہالت ضرور ہے کہ پہلی کال کب ہوگی اور آخری کب؟ اور اس کا جواب ماقبل میں آگیا کہ جہالت مفضی الی النزاع نہیں، کیونکہ یہ تسلیم وتسلم سے مانع نہیں۔

قال ملك العلماء الكاساني رحمه الله تعالىٰ : ....لأن استحقاق الأجرة فى الإجارات على الوقت بالتسليم فى الوقت۔(بدائع الصنائع ٨١/٥،ط:رشيديه)

وقال رحمه الله تعالىٰ ايضا :وقال محمد فيمن استأجر رحى ماء سنة فانقطع الماء بعد ستة أشهر فأمسك الرحى حتى مضت المدة فعليه أجر للستة أشهر الماضية ولا شيء عليه لما بقى ؛ لأن منفعة الرحى قد بطلت فانفسخ العقد قال : فإن كان البيت ينتفع به لغير الطحن فعليه من الأجر بحصته ؛ لأنه بقى شيء من المعقود عليه له حصة فى العقد فإذا استوفى لزمه حصته فإن سلم المؤاجر الدار إلا بيتا منها ثم منعه رب الدار أو غيره بعد ذلك من البيت فلا أجر على المستأجر فى البيت ؛ لأنه استوفى بعض المعقود عليه دون بعض۔(بدائع الصنائع ٥٣/٥،ط:رشيديه)

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ : ويسقط الأجر بالغصب .... ولو غصب فى بعض المدة فبحسابه۔

(الشامية ٢١/٩،ط:رشيديه)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: علی محمد

دارالافتاء جامعہ خلفائے رشدین ؓ مدنی کالونی گریکس ماری پور کراچی

۵/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ

نوٹ : مذکورہ بالا تحقیق غور وفکر کے بعد بطور نتیجہ پیش کی گئی ہے، دارالافتاء کا حتمی موقف نہیں۔